

# اللہ رحمی

مونس خان عظیمی

عظیمی

عظیمی

مکتبہ عظیمیہ آر. و. بازار لاہور کی مطبوعات

حضور قلندر بابا اولیاء

رباعیات

خواجہ شمس الدین عظیمی

توجیہات قوس قزح روحانی ڈاک (مطالعہ ہفت روزہ)

امم اعظم

عبراسائیکالوجی خواتین کے روحانی مسائل محبوب بغل میں

میل مشتاق احمد عظیمی

اللہ کی تجلی

خانقاہی نظام

بیابیوں کے پانچ جدید علاج

یاد ان طریقت

میں اور میرا مرشد زبیب

راہ سلوک

اللہ کے دوست

آداب مریدین

مونس خان عظیمی

عبر حاضر شاہ

چھوٹی شہزادی

تین سمندر

ہائی سیدھا تان گلی

زنجیں لوتی ہیں

مختصر کہیں جتنی

اپنے مزاج کے ہمراہ ایک سفر

گل خانہ

تذکرہ خوشیہ

لاہور فون: ۳۳۳۵۲۱

۱۵۸-۱۵۹

مکتبہ عظیمیہ

لاہور

اللہ کی

محمد مونس خان عظیمی



## انتساب

”ہمس عورت کے نام جو ہر مرد کی ماں ہے۔“

نام کتاب	اللہ رکھی
ناشر	کتبہ عظیمہ اردو بازار لاہور
مصنف	محمد مونس خان عظیمی
کیوزنگ	ہاشمی کیوزنگ سنٹر، قادری مارکیٹ اردو بازار لاہور
قیمت	120 روپے
فون برائے رابطہ	7243541

## فہرست

صفحہ	تفصیل	نمبر شمار
۱۱	روحانی عورت	۱
۲۳	وقت کی اہمیت	۲
۳۰	گفتنام	۳
۵۵	موت سے واپسی	۴
۷۰	زمان و مکان	۵
۹۰	بانوی	۶
۱۰۳	خان قیدیوں	۷
۱۱۳	قاسم رئیس	۸
۱۳۱	مامی میں سفر	۹
۱۳۳	پراسرار ڈاکٹر	۱۰
۱۵۷	تربیت	۱۱
۱۷۵	اکشافات	۱۲

## ترتیب و پیشکش

تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات منکشف ہوتی ہے کہ عورت کی صلاحیتوں کے بارے میں اختلاف کا آغاز ۴ ہزار سال قبل مسیح میں ہوا۔ اسی وقت سے عورت کے معاشرتی مسائل کو مذہب اور سیاست کی نظر سے دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ اندھی تقلید کرنے والے ہر اس نشان کو معاشرے سے نکلنے کی جدوجہد میں مصروف رہے جس کا تعلق کسی بھی طرح عورت کی اہمیت اور حاکمیت سے تھا۔

باطنی علوم کی روشنی میں عورت اور مرد دونوں ایک ہیں۔ اعضاء و جوارح کا مجموعہ جسم بھی ایک ہے ان کی ظاہری اور باطنی قوتیں اور ان کے نتائج بالکل ایک سے ہیں۔ ہر عورت مرد ہے اور ہر مرد عورت ہے۔ یعنی ہر عورت کے اندر مرد چھپا ہوا رخ اور ہر مرد کے اندر عورت چھپا ہوا رخ ہے۔ قرآن میں ”یا ایھا الناس“ سے پکارا گیا ہے۔ یعنی مونث و مذکر کا مجموعہ انسان ہے۔ قرآن میں ”یا ایھا الناس“ سے مراد مرد اور عورت دونوں ہیں۔ آدم کی اولاد صرف مرد ہی نہیں عورت بھی ہے۔ آدم کا مطلب صرف آدم اس لئے نہیں کہ کوئی بھی تخلیق حوا کے بغیر نہیں ہوتی۔ ہزاروں سال پہلے جب لوسہ کا سراغ ملا اور لوسہ سے ہتھیار بنے اس وقت سے مرد نے عورت کی حاکمیت کو چیلنج کرنا شروع کیا اور رفتہ رفتہ مادری نظام کی بجائے پتری نظام قائم ہو گیا کیونکہ معاشرت میں پتری نظام کا عمل دخل کر دیا گیا اس لئے نبی آدم کو آدم کہا گیا۔ حالانکہ قرآن پاک میں مرد عورت کی وحدت کو واضح طور پر بیان کیا گیا ہے۔

سورۃ النساء میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

”انہن لے تم (سب مرد عورت) کو ایک شمس سے پیدا کیا اور اس سے جوڑا بنایا

اور پھر ان دونوں سے بکھرتا مرد اور عورت پھیلا دیئے۔“  
موجودہ دور تحقیق و تلاش اور فکر کا دور ہے۔ ماآئینہ آج جس مقام پر فائز

ہیں اس کی وجہ ہی فکر اور تحقیق ہے۔ نتیجہ سائنسدان نے غور و فکر کے بعد انسان

صفحہ	تفصیل	نمبر شمار
۱۹۱	دیوانہ	۱۳
۲۰۸	شمیم	۱۴
۲۲۵	لاٹنی چچا	۱۵
۲۳۹	علاش	۱۶
۲۵۲	عالم جن	۱۷
۲۶۸	کائناتی سسٹم	۱۸
۲۸۵	نجم خان	۱۹
۳۱۳	ربائی	۲۰
۳۱۹	شاہ جی	۲۱
۳۳۳	مقدمہ کا فیصلہ	۲۲
۳۳۸	مکہ مطہرہ میں	۲۳
۳۶۲	حضرت عبداللہ کی شادی	۲۴
۳۷۱	آفتاب نبوت	۲۵

ہے۔ سورہ طہ میں حضرت موسیٰ کی بہن کا ذکر اس انداز سے کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنی خوش تہذیبی سے اپنی والدہ کو حضرت موسیٰ کی پرورش کے لئے شہسی عمل میں پچھلایا (قوربت) نے حضرت موسیٰ کی اس بہن کو عیہ قرار دیا ہے) اسی طرح سورہ القص اور سورہ تحریم میں آسیہ کا ذکر اور سورہ ہود میں حضرت سارہ کو حضرت ابراہیم کی اہل بیت اور سورہ نساء میں حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات کو قرآن نے خود مخاطب کیا ہے۔

آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کی عظمت کا صحیح اعلان کیا اور اسے ہر جگہ اور ہر لحاظ سے مرد کے برابر اور مساوی حقوق کا حقدار ٹھہرایا۔ نبی آخر الزمان کی رسالت برحق کے سلسلے میں سب سے پہلے ایک عورت، حضرت خدیجہ کی گواہی کو مستحیث بنا لیا۔ مسلمانوں کو تحیم کی شہادت حضرت عائشہ صدیقہ کی بدولت حاصل ہوئی۔ واقعہ اہک میں خود اللہ تعالیٰ نے ان کی رتبہ کے لئے آیت نازل کی۔ اسلام کی پہلی شہید خاتون حضرت سیدہ تھیں۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنے والے قرآن نے تاریخ کی مظلم ترین عورت والدہ بیہوش کیج، حضرت مریم کو وہی شہس عطا کیا جو ابراہیم، یونس اور یوسف کو دیا اور جس طرح ان کے توتکے سے مزین سورتیں ان کے نام سے منسوب ہوئیں۔ اسی طرح جس سورت میں حضرت مریم اور حضرت یحییٰ کا ذکر کیا گیا اس کا نام سورہ مریم ہے۔ اگر قرآن حکیم کے نزدیک عورت کا مقام مرد سے کمتر ہوتا اور اس کی بزرگی اور عظمت مرد کے مساوی نہ ہوتی تو قرآن پاک کی یہ سورہ حضرت مریم کی بجائے حضرت یحییٰ سے منسوب کی جاتی۔

جب روحانی علوم کا توتکہ آتا ہے۔ اس وقت بھی مرد اور خواتین کی ملاصحتوں کو متاثر نہ کیا گیا ہے۔ مرشد حکیم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کی ہدایت پر میرے ہر بھائی عزیز سولگی ایسی ہی نے اولیاء اللہ خواتین کی حالات زندگی لکھے شروع کئے ہیں۔ وہ اب تک دو سو سے زائد اولیاء اللہ خواتین کی حالات زندگی قلم بند کر چکے ہیں جبکہ عام طور پر ہمیں بتایا جاتا ہے کہ حضرت رابعہ بصری روحانی خاتون تیں اور آدمی کندر ہیں۔ روحانی علوم کے علاوہ بے شمار خواتین کے حالات

کو نصف مرد اور نصف عورت قرار دیا ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ مرد میں عورت چھٹی نہ ہو اور عورت میں مرد پوشیدہ نہ ہو۔ جنم لینے والی شے میں جس کا اثر غالب ہوتا ہے ہم اسی اثر کے تحت اس کی جنس کا تعین کرتے ہیں اور اسی تعین کی وجہ سے اس کا نام مرد یا عورت رکھ دیتے ہیں۔

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ چھ ہزار سال قبل مسیح میں مکمل طور پر زنن پر عورت کی حکمرانی تھی عراق کی سرزنن پر ”سومیہ“ قوم کے تمدن کو قدم ترین انسانی تمدن سمجھا گیا ہے۔ کدائی سے جو آثار دریافت ہوئے ہیں ان میں ایسا تختیاں برآمد ہوئی ہیں جن میں عورت کی حکومت کے آثار پائے جاتے ہیں۔ ان متعدد خواتین کے نام بھی لے ہیں جنہوں نے مردوں پر حکومت کی تھی۔ خواتین استہائی حسین اور دلکش ہونے کے ساتھ ساتھ سداول جسم تھیں۔ ملکی حکمران ہونے کے ساتھ ساتھ جنگ و جدل میں بھی ماہر تھیں۔ بتایا جاتا ہے کہ ”تکتک“ عورت کی ایجاد ہے۔ جس کے ذریعے وہ دھاک بٹائی اور کپڑے بنتی تھیں۔ پانچ ہزار سال قبل مسیح خواتین دھاک رنگنا بھی جانتی تھیں اس کے علاوہ خواتین بے شمار ایجادات کی موجد بھی تھیں۔

تاریخی ملاحظہ سے پتہ چلتا ہے کہ عورت اور مرد میں ذاتی اور فکری ملاصحتیں یکساں ہیں۔ ان کے اعمال کی سزا اور جزا بھی یکساں ہے۔ اللہ تعالیٰ مرد اور عورت کی یکساں فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

”محققین مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور قرآن پڑھنے والے مرد اور قرآن پڑھنے والیاں اور بیچ بولنے والے اور بیچ بولنے والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات دینے والے اور خیرات دینے والیاں اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور عھد پائی کرنے والے شریکاء اپنی کی اور عھد پائی کرنے والیاں اور یاد کرنے والے اللہ کے بہت اور یاد کرنے والیاں تیار کیا ہے اللہ نے واسطے ان کے بخشش اور اجر دیا۔“

سورہ انزاب (سرف کی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اکثر عورتوں کا توتکہ قرآن حکیم میں متعدد مقامات پر کیا ہے۔ چنانچہ سورہ نساء، سورہ آل عمران میں حضرت مریم کا ذکر خیر موجود

## روحانی عورت

اس کمائی کا آغاز قیام پاکستان کے کئی برس بعد سے ہوتا ہے۔ اور گردش زمانہ کے ساتھ ساتھ موجودہ دور تک پہنچتا ہے۔ اللہ رکھی کون تھی اور اب کمائی ہے۔ یہ تو آپ کو کمائی پڑھ کر ہی علم ہو گا۔ میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ یہ ساری کائنات ایک سسٹم کے تحت قائم ہے۔ یہاں جو کچھ بھی ہو رہا ہے۔ حکم الہی کے مطابق ہو رہا ہے اور اس حکم الہی کو بجالانے کے فرائض وہ حضرات انجام دے رہے ہیں جو اس سسٹم کو چلا رہے ہیں۔

کائناتی سسٹم یا کونوی نظام کیا ہے۔ تصوف سے وابستہ لوگ بخوبی جانتے ہیں عام قاری کے لیے مختصراً "اتنا ہی جانا کافی ہے کہ جس طرح کسی منصوبہ کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کی خاطر محکمہ قائم کیا جاتا ہے۔ جس میں اعلیٰ افسر سے لے کر چڑھی تک ہوتا ہے۔ اسی طرح اس نظام قدرت کو چلانے کے لیے "کونوی نظام" قائم ہے جس میں اللہ کے بااختیار بندے کام کرتے ہیں۔ ان میں مجتہد بھی شامل ہیں۔

اس نظام میں شامل لوگوں کا تشخص ان کی ذمہ داریوں کے مطابق ہوتا ہے۔ گویا اس نظام میں شامل ہونے والوں کی "پہچان" ان کے فرائض سے ہوتی ہے۔ اس کی مثال اس طرح سمجھ لیجئے کہ جب تک حضرت موسیٰ کو منصب عطا نہیں ہوا تھا وہ صرف ایک "شہزادہ" کی حیثیت رکھتے تھے۔ لیکن منصب نبوت پر فائز

زندگی تاریخ کے صفحات پر موجود ہیں اس وقت تقریباً گیارہ بارہ ملک خواتین کی سربراہی میں قائم ہیں۔ خواتین کی صلاحیتوں پر غور کیا جائے تو ہمیں ہر شعبہ ہائے زندگی میں ان کی موجودگی ملتی ہے۔ خواتین سائنسٹ، انجینئرز، وائٹرز، پائلٹ ہیں خواتین بکروز، وائٹس پاسٹرز، جج، وکلاء، کسٹمرز ہیں۔

غرضیکہ کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے کہ کہا جائے کہ عورت مرد سے پیچھے ہے۔ تاریخ خود کو دہراتی ہے۔ اب بھی مردوں کے اقتدار کا سلسلہ ختم ہونے کو ہے اور خواتین برسر اقتدار آنے والی ہیں۔ ہم یہ نشاندہی اس لئے کر رہے ہیں کہ ہم چاہتے ہیں کہ مسلم خواتین آنے والے زمانے میں مردوں کی طرح غیر مسلم اقوام کے رحم و کرم پر نہ رہیں۔

"اللہ رکھی" ماہل کی طرز پر کبھی گئی ایک ایسی کمائی ہے جس میں عورت کی صلاحیتوں کی بھرپور نشاندہی کی گئی ہے۔ یہ کمائی میرے دوست عظمیٰ بھائی، محمد موسیٰ خان عظمیٰ نے کبھی تھی جو قسط وار روحانی ڈائجسٹ میں شائع ہو چکی ہے۔ عزیز محترم محبوب علی عظمیٰ نگران مراقبہ ہال ابوظہبی اور یو اے اے نے عمر کے موقع پر محمد موسیٰ خان عظمیٰ کے تذکرے میں مجھ سے کہا کہ محمد موسیٰ خان کی خواہش تھی کہ ان کی زندگی میں اللہ رکھی کتابی صورت میں شائع ہو جائے ان کی یہ خواہش پوری کرنے کا جذبہ میرے اندر اتر گیا۔ میں یہ کتاب قارئین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ میری اس کاوش سے میرے بھائی محمد موسیٰ خان عظمیٰ کی روح خوش ہوگی۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ ان کے لئے دہرائے مغفرت کریں۔

میاں مشتاق احمد عظمیٰ

روحانی فرزند: حضرت خواجہ شمس الدین عظمیٰ

مراقبہ ہال ۱۵۸ میں بازار، مزنگ لاہور

فون نمبر ۵۴۳۵۳۳۷۲

۲۶ جنوری ۱۹۹۵ء

دوسری جانب قدیم طرز تعمیر کی ایک عمارت تھی۔ گو کہ یہ عمارت نہایت ہی شکستہ اور خستہ حال تھی۔ اس کے باوجود گاؤں کے لوگوں کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی اور اس کی وجہ ”اللہ رکھی“ تھی۔

میں نے صرف اللہ رکھی کا نام سنا تھا۔ محلے کی اکثر پیشتر خواتین اپنے مسائل اور بنیارسوں کو لے کر اس کے پاس جاتی تھیں۔ بنارسے جنہیں ڈاکٹروں کی دوا سے فائدہ نہیں ہوتا تھا صبح وشام ”اللہ رکھی“ کی پھونک سے چند دنوں میں تندرست ہو جایا کرتے تھے۔ محلے کی خواتین بڑے ہی اوب و احزام سے اس کا نام لیا کرتی تھیں۔ وہ ان کے ہر درد کی دوا تھی۔

جن خواتین کے گھریلو مسائل اللہ رکھی حل کر چکی تھی اب وہ بڑی ہی خوشحال زندگی بسر کر رہی تھیں اور ان کے دلوں میں اللہ رکھی کے لیے بہت عقیدت تھی۔ وہ اس کے بارے میں طرح طرح کے مانوق الفطرت قصے سنایا کرتی تھیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ گاؤں کے بعض موہبی اس سے فیض اٹھا چکے تھے اور ان سب کے لیے اللہ رکھی نہ صرف صدورجہ قابل احترام تھی بلکہ اس کی خستہ حال جائے رہائش بھی قابل احترام تھی اور لوگوں نے اس کا نام ”آستانہ اللہ رکھی“ رکھ دیا تھا۔

مجھے روحانی لوگوں سے قطعی دلچسپی نہیں تھی۔ میں سمجھتا تھا کہ یہ سب ضعیف الاعتقاد قسم کے لوگ ہیں جنہیں اس چلاک عورت نے بے وقوف بنا رکھا ہے۔ ہمارے گھر میں جب بھی کوئی پرہیز آتی اور اللہ رکھی کا تذکرہ کرتی تو میں اس کا مذاق اڑایا کرتا تھا۔ اگر پرہیز بتاتی کہ اس نے اللہ رکھی کے کمرہ میں

ہوتے ہی آپ کی شخصیت نہ صرف قابل احترام ہوگئی بلکہ ہمیشہ کے لیے قائم و دائم ہوگئی۔ اور آپ نے اس منصب کے تحت ٹانگہ ہونے والے فرائض کو بخیر و خوبی انجام دیا۔

اس نظام میں انبیاء کرام اور اولیاء عظام کا درجہ نہایت ہی اعلیٰ وارفع ہوتا ہے اور ان کے تحت کام کرنے والوں میں جن و انس کے علاوہ فرشتے بھی شامل ہوتے ہیں۔

اس مختصری تمہید کا مقصد صرف یہ ہے کہ قارئین اس ہستی کو پیش نظر رکھیں جو اس کہانی کا مرکزی کردار ہے۔

میری ملاقات ایک ایسی خاتون سے ہو چکی ہے جن کا تعلق ”نظام کمپنی“ سے تھا اور جنہوں نے اس نظام میں عمدہ پائے کے بعد صدیوں کا سفر طے کیا۔ اور جو زبان و مکان کی قید سے آزاد ہو کر ہر درد میں موجود رہی ہے۔

یہ خاتون آج سے کئی برس قبل کے دور میں تھی اور ممکن ہے کہ آج کے ترقی یافتہ دور میں بھی موجود ہو۔ جب کہ ہم ”خطائی دور“ میں داخل ہو چکے ہیں۔ اس کہانی کا آغاز یوں تو آج سے کئی سال قبل سے ہوتا ہے لیکن میں چونکہ اس کہانی سے دور جدید سے واقف ہوں لہذا اس کا آغاز بھی دور جدید سے کر رہا ہوں۔

یہ اس زمانے کی بات ہے جب کہ پاکستان معرض وجود میں آچکا تھا۔ میں تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد کراچی سے دور ایک چھوٹے سے گاؤں میں تیم تھا۔ اس گاؤں سے چند فراتک دور ایک شاہراہ گزرتی تھی اور اس شاہراہ کے



رہا ہے۔ اگر اس کا علاج نہ ہوا تو جان جانے کا بھی خطرہ ہے۔

پھر میں نے خود بھی اپنی حالت پر غور کیا۔ واقعی اس بخار نے مجھے بے حد لاغر کر دیا تھا اور میں سوکھ کر کاٹنا ہوتا جا رہا تھا۔ فقہت اس قدر تھی کہ دس پندرہ قدم چلنے کے بعد سر پکڑانے لگتا اور مجھے مجبوراً "بیٹھنا پڑ جاتا۔ پھر مجھے اپنی زندگی بھی عزیز تھی۔ ابھی میں نے صرف زندگی کے بیٹھنے بائیں ہی دیکھی تھیں۔

ایک شام جب کہ سورج نے مغرب کی سمت سفر شروع کر دیا تھا۔ میں بہن کے ہمراہ اللہ رکھی کے آستانہ کی طرف چل دیا۔ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ کہ اس کا آستانہ آبادی سے دور سڑک کے کنارے واقع تھا۔ کبھی یہ ایک عالی شان عمارت تھی۔ لیکن اب خستہ حال اور شکستہ تھی۔ دور سے یہ عمارت بالکل کندر نظر آتی تھی۔ اس کی برجیوں کے سرے گر چکے تھے اور دیواریں یوں معلوم ہوتا تھا کہ اب گریں کہ جب گریں۔

یہ عمارت ایک اونچی سی جگہ پر واقع تھی اور صدر دروازہ تک پہنچنے کے لیے دس بارہ سیڑھیاں تھیں۔ ہیشیرہ مجھے آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھا کر اوپر لے گئیں۔ دروازہ کھلا ہوا تھا اور سامنے بڑا سا دالان نظر آ رہا تھا جس میں گلاب اور چنبیلی کے پودے بلیقہ سے لگے ہوئے تھے۔ ان سے ذرا ہٹ کر چیکو اور مو میوں کے درخت لہلا رہے تھے۔ اس دالان کے آخری سرے پر سرخ اینٹوں سے ایک سہ دری بنی ہوئی تھی اور اس سہ دری کے درمیان میں ایک بڑا سا تخت بچھا ہوا تھا۔ میں ہیشیرہ کے ہمراہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتا ہوا دالان سے گزر رہا تھا۔ گلاب، چنبیلی، چیکو اور مو میوں کی ملی جلی خوشبو نے میرے دماغ کو مسح کرنا

چاندنی جیسی روشنی دیکھی ہے تو میں فوراً ہی اس کی مادی توجیہ پیش کر دیتا اور سمجھاتا کہ اس نے کمرے میں بیڈیم رنگ کرالیا ہو گا جو اندھیرے میں چمکتا ہے۔

اگر پڑوسن بتاتی کہ اس نے اللہ رکھی کے صحن میں لگے ہوئے درختوں میں بے موسم کے پھل لگے دیکھے ہیں تو میں ہنسنے کہتا کہ اس نے مصنوعی پھل لگادیے ہوں گے۔ غرض کہ میں اللہ رکھی کی کسی بھی کرامت کو ماننے کے لیے تیار نہ تھا۔ میرا ذہن ان باتوں کو مانتا ہی نہیں تھا۔

میں جانتا تھا کہ عورت جس کو ہمارے معاشرے میں ناقص اہمقل سمجھا جاتا ہے کس طرح "قصوف" کے اس مقام تک پہنچ سکتی ہے جو صرف مردوں کا خاصہ ہے۔ اس معاملے میں میری نظروں میں عورت کا درجہ ثانوی حیثیت رکھتا تھا۔ میں اسے ماں، بہن اور بیوی سے زیادہ اہمیت نہیں دیتا تھا۔

دن یومی گزرتے گئے۔ پھر اچانک مجھے بخار نے آیا اور بخار بھی ایسا تھا کہ اتنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا حالانکہ شر کے تمام مشور ڈاکٹروں اور حکیموں کو دکھایا لیکن افادہ نہیں ہوا۔ دو پینے سے بخار چار چھ گھنٹے کے لیے تو اتر جاتا تھا لیکن اس کے بعد پھر اسی تیزی سے چڑھ جاتا تھا۔

میری اس بیماری سے ہیشیرہ اور ان کے شوہر پریشان ہو گئے اور بالاخر تجویز ہوا کہ ایک بار اللہ رکھی کو بھی دکھا دیا جائے میں نے اس تجویز کی زبردست مخالفت کی۔ میں نے بہن اور بہنوئی کو سمجھایا کہ جب ماہر ڈاکٹر اور حکیم علاج نہ کر سکے تو یہ اللہ رکھی کس طرح بخار آتا دے گی۔ اس کے جواب میں ان دونوں نے کہا کہ دکھا دینے میں کیا حرج ہے۔ اور پھر یہ بخار تو تمہارے لیے جان لیوا ہوتا جا

شروع کیا۔ میں نے سوچا۔ یہ کسی اللہ رکھی ہے جو باغ لگائے بیٹھی ہے۔ اللہ والے لوگ تو آراک لانا ہوتے ہیں۔

تخت پر ایک بوسیدہ تالین بچا ہوا تھا جس میں جگہ جگہ سوراخ تھے اور ان سوراخوں سے تخت کی کلکی جھانک رہی تھی۔ ہمیشہ نے مجھے تخت پر بیٹھے کا اشارہ کیا اور میں جونی ہاتھ ٹیک کر اس پر بیٹھا چڑا ہٹ کی آواز اس طرح پیدا ہوئی جیسے تخت اٹکی نٹن ہوس ہو جائے گا۔ میں نے گہرا کر اٹھا چاہا لیکن ہمیشہ نے تسلی دی اور کانٹھے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہنے کو کہا۔ اس کے بعد وہ بھی میرے سامنے ہی بیٹھ گئیں اور تخت ایک بار پھر چڑا کر خاموش ہو گیا۔

سہ درہی بھی عمارت ہی کی طرح خستہ حال تھی۔ اس کی بعض محرابیں نیچے کو جھک آئی تھیں اور معلوم ہوتا تھا کہ گرنے ہی والی ہیں۔ اینٹیں بھر بھری مٹی کی مانند تھیں جو ہاتھ لگاتے ہی ریزہ ریزہ ہو جاتی تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ یہ سہ درہی بھی سیکڑوں سال پرانی ہے۔

سہ درہی کے آخر میں کڑی کا ایک خوبصورت دروازہ تھا۔ اس کے اوپر مسزین نقش و نگار بنے ہوئے تھے لیکن کڑی کا یہ دروازہ بھی زبان حال سے اپنی خستہ حال کا رونا رو رہا تھا۔ میں اپنے اطراف کا جائزہ لیتے ہوئے ہمیشہ سے کہا۔ یہ تو بس ہی پرانا مکان دکھائی دیتا ہے۔

ہاں۔ ہے تو بس ہی پرانا۔ ہمیشہ نے سہ درہی پر سرسری سی نظر ڈالتے ہوئے بولب دیا۔ پھر قدرے اچھے سے بولیں۔ سنتے ہیں یہ تلیور خاندان کے دور کی عمارت ہے۔

تلیوریوں کے دور کی۔ میں نے جملہ دہرایا۔ لیکن اللہ رکھی یہاں کیوں رہتی ہے۔

وہ اسے اپنی جاگیر کہتی ہے۔ ہمیشہ نے بتایا۔

تلیور دور کی عمارت اس کی جاگیر کیسے ہو سکتی ہے۔ میں نے تعجب سے پوچھا۔

چھوڑو۔ تمہیں اس سے کیا۔ ہمیشہ نے سمجھایا۔ ویسے گاؤں والے سب ہی کہتے ہیں کہ انہوں نے شروع ہی سے اللہ رکھی کو اس عمارت میں رہتے ہوئے دیکھا ہے۔

گویا اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ رکھی ہمیشہ سے یہاں رہ رہی ہے۔ میں نے سوچا۔ ممکن ہے اس کے آباؤ اجداد کا تعلق کسی تلیور بادشاہ سے رہا ہو۔ اور انہوں نے یہ عمارت بطور تحفہ اس کے خاندان کے کسی فرد کو دی ہو۔ جو نسل در نسل منتقل ہوتی ہوئی اللہ رکھی تک پہنچ گئی۔ میں اپنے انہی خیالات میں مگن تھا۔

چند لمحہ بعد سہ درہی کے آخر میں بند دروازہ ایک زبردست چڑا ہٹ سے کھلا۔ اور اس کی اوٹ سے نکلنے والے چاند سے میری آنکھیں چکا چوند ہو گئیں۔ سفید لیکن کاسندھی طرز کا بنا ہوا لباس پہنے وہ نہایت ہی خوش اندامی سے چلتی ہوئی آ رہی تھی۔ اس کا چہرہ بیٹوی اور سرخ و سفید تھا۔ ہونٹ گلاب کی، منگڑیوں کی مانند، ستال ناک، ابھرے ہوئے سرخ گال، نرالی آنکھیں جن کے ہماری پونوں پر کمان کی مانند خم کھائی ہوئی باریک بھنوں، کشادہ پیشانی اور سیاہ چکدار

بال غرض کہ وہ قدرت کی صناعت کا بہترین شاہکار تھی۔ میں نے اسے دیکھا اور دیکھا ہی رہ گیا۔ اس کے چہرہ پر ایسا تقدس آمیز حسن تھا کہ میں کو خشک کے باوجود اپنی نگاہیں نہیں ہٹا سکا۔

اس کے چہرے سے عمر کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔ اس کا تناسب جسم و دستاویزوں سے بدرجہا بہتر تھا۔ وہ نہایت ہی پروکار انداز میں چلتی ہوئی تخت کے قریب آئی۔ میری بہن نے نہایت ہی ادب سے سلام کیا۔ اس نے سلام کا جواب دیا۔ میرے کانوں میں اس کی آواز رس گھول گئی۔ اس کے تخت پر بیٹنے کے بعد بہن نے بتایا۔ یہ میرا بھائی ہے۔ ایک مہینے سے بخار میں مبتلا ہے۔ ڈاکٹروں کو بھی دکھایا لیکن بخار اترنے کا نام ہی نہیں لیتا۔

جس دماغ میں مادہ بھرا ہو۔ اس کا بخار کیسے اترے گا۔ اللہ رکھی نے شیریں لہجہ میں جواب دیا۔ اس نے ایک جملہ میں میری دل کیفیت بتادی۔ اور میں نے جھینپ کر نظریں جھکا لیں۔

اب تمہارے پاس امید لے کر آئی ہوں۔ بہن نے اچھا آمیز لہجہ میں کہا۔  
اب اسی گئی ہو تو کچھ کرنا ہی پڑے گا۔ اللہ رکھی نے پراعتادو لہجے میں جواب دیا۔ پھر مجھ سے مخاطب ہوئی کیوں خان! میرا علاج کر دو گے۔

میں چونکا۔ اسے میرا نام کیسے معلوم ہو گیا۔ پھر میں نے سوچا ممکن ہے کہ کبھی بہن نے اس سے میرا تذکرہ کیا ہو۔ میں نے اقرار میں گردن ہلا دی۔

اللہ رکھی نے میرے چہرہ پر ایک بھرپور نظر ڈالی۔ اور اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے بولی۔ اس کے لیے تمہیں چند روز اسی وقت میرے پاس آنا پڑے گا۔

آجیلا کرے گا۔ میری بہن نے جواب دیا۔ اور میں نے بھی بالکل غیر ارادی طور سے اقرار میں گردن ہلا دی۔ مجھے رضامند دیکھ کر اس نے اپنا دایاں ہاتھ میری پیشانی پر رکھا اور گردن جھکا کر کچھ پڑھنے لگی۔ اللہ رکھی کا ہاتھ میری پیشانی پر تھا۔ اور اس کا لمس مجھے ایسا سرور بخش رہا تھا جسے میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے سکون وطمینان کی لہریں دماغ میں داخل ہو رہی ہوں۔

چند لمحہ بعد اس نے میری پیشانی سے ہاتھ ہٹایا اور اس جگہ "پھونک" ماری۔ اس کی پھونک بادیم سے بھی زیادہ سمجور کن تھی۔ میں نے مست ہو کر آنکھیں بند کر لیں۔

اب جاؤ۔ اللہ رکھی نے دلکش آواز سے کہا۔ کل پھر اسی وقت بھیج دینا۔  
اس نے آخری جملہ میری بہن سے مخاطب ہو کر کہا۔ میری بہن نے نہایت ہی ادب سے اس کو سلام کیا اور تخت سے اٹھ گئی۔ میں بھی کھڑا ہو گیا۔ اور پھر بہن میرا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے روانہ ہو گئی۔

اللہ رکھی کی پھونک میں نہ جانے کیا تاثیر تھی کہ اس دن کے بعد پھر مجھے بخار نہیں آیا۔ میں ایک ہفتہ تک برابر اس کے پاس وقت مقررہ پر جاتا رہا۔ میں ہمیشہ سر درمی میں پڑے ہوئے تخت پر جا کر بیٹھ جاتا تھا۔ اور اس کے چند لمحہ بعد اللہ رکھی آجاتی تھی۔

میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ اللہ رکھی کو میری آمد کا علم کس طرح ہو جاتا تھا۔ اسے سلسلے میں میری سمجھ میں ایک بات آتی تھی کہ چونکہ میں

ایک مقررہ وقت پر اس کے پاس جاتا ہوں اس وجہ سے وہ بھی اس قسمیں وقت پر برآمد ہوتی ہے۔

ایک ہفتہ کے اندر اندر نہ صرف میں بالکل تندرست ہو گیا بلکہ میرا رنگ و روپ بھی پہلے سے زیادہ نکھر گیا۔ میری بہن اور بہنوں اسے اللہ رکھی کا کرشمہ کہتے تھے۔ جب کہ میں اسے ماننے کو قطعی تیار نہیں تھا۔ میں روحانی طریقہ علاج کا قائل ہی نہیں تھا۔ اس بارے میں میرے ذہن میں کئی سوالات تھے جن کی وضاحت اللہ رکھی سے چاہتا تھا۔ لیکن وہ پیشانی پر پھونک مار کر خاموشی سے اٹھ کر چلی جاتی تھی۔ اس ایک ہفتہ کے اندر مجھے اللہ رکھی سے لگاؤ پیدا ہو گیا۔ یہ محبت کا ایسا جذبہ تھا جس میں نفسانی خواہش کا دخل نہیں ہوتا۔ بس میرا دل چاہتا تھا کہ اس کی محبت میں زیادہ سے زیادہ وقت گزاروں۔

ایک دن میری طبیعت بہت زیادہ گھبرانے لگی۔ میں نے سوچا گاؤں کے باہر نسل آؤں۔ لہذا اسی خیال سے گھر سے باہر نکلا اور گاؤں کی گلیوں سے ہوتا ہوا سڑک کی جانب آیا۔ سڑک کے دوسری طرف اللہ رکھی کی بوسیدہ حویلی تھی۔ حویلی پر نظر پڑتے ہیں میرے قدم خود بخود اس کی جانب اٹھنے لگے۔ جنوں جنوں میں حویلی کے قریب ہوتا یا ہوتا تھا ہوج کی ملی جلی آوازیں سنائی دیتی تھیں۔ اور جب میں حویلی میں داخل ہوا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ حویلی جو ہمیشہ پر سکون رہتی تھی ہنگامہ خیزی ہوئی ہے۔ اللہ رکھی آنکھیں بند کیے تخت پر دوڑاؤ بیٹھی تھی اور تمام صحن اس کے مقبرین سے بھرا ہوا تھا۔ حاجت مندوں کا ایک جم غفیر تھا جو نیاز کے تھاں سامنے رکھے ہاتھ اٹھائے جموی پھیلائے، اس کی ”پھونک“ کے

خفتر تھے۔ ان میں کچھ خواتین بھی تھیں جو اپنے شوہروں کے روزگار کی دعا کے لیے آتی تھیں۔ ان میں چند ایک نیم ماڈرن قسم کی بھی تھیں جن کے خاوندوں کو اللہ رکھی کی پہلی پھونک سے ترقی مل گئی تھی اور اب وہ مزید ترقی چاہتی تھیں۔

اس جھوم میں چند طلباء بھی تھے جنہوں نے سارا سال آوارہ گردی کرتے اور فنڈز گروی کرتے گزار دیا تھا اور اب امتحان میں کامیابی کی خاطر اللہ رکھی کی پھونک کے خفتر تھے۔ چند بے روزگار گریجویٹ اور گروڈش افلاک کے ستارے ہوئے نوجوان بھی تھے۔ ذرا فاصلے پر محفل سماع گرم تھی۔ چند تندرست و توانا قوال ہارمونیم کے سروں اور گھنگھروں کی جھنکار پر سینہ چھلا پھلا کر ایک ہی مصوعہ کو بار بار دہرا رہے تھے۔ قوالوں کے چادوں طرف بیٹھے ہوئے لوگ دنیا دانیما سے بے خبر ہارمونیم اور ڈھول کے سر پر جھوم رہے تھے۔ شمال کی جانب ایک عمر رسیدہ لاغر ماضی آسپ آڈرنے میں مصروف تھا۔ وہ جھاڑو کو زمین کی مٹی میں پت کرتا اور حواس باختہ عورت کے جسم پر پھیر رہا۔ آسپ زہہ عورت جو کسی خبیث روح کے زیر اثر ہوتی بیچ پکار کر رہی ہوتی۔ جھاڑو کے جسم سے کراتے ہی خاموش ہوجاتی۔

غرض ”اللہ رکھی“ ان سب کے دکھوں کا مداوا تھی۔ اس کی ذات روحانی تکلیفوں جسمانی بیماریوں اور اخلاقی برائیوں کو دور کرنے کے لیے ”آپ کوڑ“ تھی۔

میں کچھ دیر کھڑا یہ تماشا دیکھتا رہا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اللہ رکھی ہر مرض کی دوا کس طرح ہو سکتی ہے مجھے یہ سب کچھ بناوٹ تصنع اور دھوکا دکھائی

میں نے ٹھک جیسے لوگوں کی جانب نظر ڈالی اور بولا۔ یہ طرح طرح کے لوگ تمہارے پاس کیسے آئے گے۔ طرح طرح کے لوگ۔ اس نے جملہ دہرایا۔ پھر قدرے زور سے بیٹھے ہوئے بولی۔ کیسے لوگ آئے چاہیں۔ اللہ والوں کے پاس یہ ترغیبات نہیں ہوتیں۔ میں نے بے ساختہ جواب دیا۔

پھر کنا ہوتی ہیں۔ اس نے پوچھا۔  
میں کوئی جواب دینے کے بجائے اس کا منہ کٹنے لگا۔ اس نے سمجھانے والے لہجہ میں کہا۔ دنیا کے ستارے ہوتے۔ معاشرہ کے گہرے ہوئے لوگوں کا اصل ٹھکانا اللہ والوں کا آستانہ ہی تو ہے۔ یہاں آکر انہیں سکون ملتا ہے۔ ان کے مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ اگر میں بھی ان کی دادرسی نہ کروں تو پھر یہ لوگ کہاں جائیں گے۔ اچھا تو یہ بات ہے۔ میں نے کہا۔ پھر میں نے ایک اور بے تکا سوال کیا کیا تمہاری ”پھونک“ ان سب کے دکھوں کا دواوا ہے۔

اس نے غور سے میری طرف دیکھا اور ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولی۔ اس پھونک میں بہت تاثیر ہے۔ یہ ”پھونک“ ہی تو ہے جو اللہ نے گوندھی ہوئی مٹی میں ڈالی تھی جس سے نہ صرف آدم میں جان پڑ گئی تھی بلکہ قیامت تک کے لیے نسل انسانی کا ارتقاء شروع ہو گیا۔

یہ تو ٹھیک ہے میں نے تائید کی۔ لیکن اس پھونک میں یہ تاثیر کہاں سے آئی۔ کہ.....

تم یہ کیوں نہیں سوچتے..... اللہ رکھی نے میری بات کٹ کر کہا کہ روز اول کی پھونک آج تک جسم انسانی کو قائم و دائم رکھے ہوئے ہے۔ اور اس میں آج

دے رہا تھا۔  
میں نے اللہ رکھی کو قائل کرنے کی خاطر اس کے قریب جانا چاہا۔ لیکن اس کے تخت کو تو عورتوں اور مردوں نے گھیر رکھا تھا۔ ان عقیدت مندوں نے مجھے آگے بڑھنے سے روک دیا۔ ان کی نظروں میں میں بھی کوئی حاجتمند تھا۔ اور قاعدہ کے مطابق اپنی باری کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ میں ایک دیوار کے سارے کوزا ہو گیا

پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ مجمع بھی کم ہونے لگا۔ عورتیں اور مرد ایک ایک کر کے آگے بڑھتے جاتے تھے۔ اللہ رکھی سے اپنا مدعا بیان کرتے۔ وہ ان کی پیشانی پر پھونک مارتی۔ اور وہ شخص یہ جان کر نہی خوشی چل دیتا کہ اب اس کا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔

جب میں اس کے قریب پہنچا تو مجمع چھٹ چکا تھا۔ میں نے قریب بیچ کر سلام کیا۔ اللہ رکھی نے مجھے نیم وا آنکھوں سے دیکھا اور مسکراتے ہوئے بولی۔ تم آگے تمہارے آنے کا یہی وقت ہے۔

پھر اس نے میری پیشانی پر ”پھونک“ مارنے کے ارادہ سے منہ اٹھایا میں نے اسے ہاتھ کے اشارہ سے روکے ہوئے کہا۔ اب اس کی ضرورت نہیں ہے

اچھا اب تم تھوڑی دیر ہو گئے ہو۔ اس نے جواب دیا۔ پھر اپنے قریب تخت پر ہاتھ سے اشارہ کرتے ہوئے بولی۔ بیٹھو۔

میں نے اس کے سامنے تخت پر بیٹھے ہوئے پوچھا۔ یہ سب کیا ہے۔  
کہاں۔ اس نے اٹھتے سے پوچھا۔

پھر وہی ”پھونک“ میں نے چڑ کر کہا۔  
 تم اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ اللہ رکھی نے میرے کانڈھے پر ہاتھ  
 رکھ کر پیار سے سمجھایا۔ تم نے قرآن میں ابن مریم کے بارے میں پڑھا ہو گا کہ  
 وہ مٹی کے پرندے بناتے تھے اور ان پر ”پھونک“ مارتے تھے جس کی وجہ سے ان  
 میں جان پڑ جاتی تھی اور وہ فضا میں اڑ جاتے تھے۔



بھی نہ صرف زندگی کی تاثیر موجود ہے بلکہ جسم انسانی میں پیدا ہونے والی تمام  
 ان کا تیر ہر ہر نہ علاج بھی ہے۔

میں نہیں مانتا..... میں اکرے لہجہ میں کہا۔

ت ہو۔ اللہ رکھی نے مسکرا کر جواب دیا۔ تم جب تک روح کی  
 کوئی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی۔

روح اور روحانیت یہ سب ڈھکوسلہ ہے۔ میں نے قدرے غصہ میں کہا۔  
 تم یہ بات کس طرح کہہ سکتے ہو۔ اللہ رکھی نے مسکرا کر پوچھا۔ تمہارے  
 پاس کیا ثبوت ہے۔

یہ ثبوت کیا کم ہے۔ میں نے جواب دیا..... کہ روحانیت کا دائرہ کار محدود  
 ہوتا ہے اور اس سے صرف ضعیف الاعتقاد لوگ ہی مستفید ہوتے ہیں۔

تو تم اس بات کو مانتے ہو کہ روحانیت لوگوں کو فائدہ پہنچاتی ہے۔ اللہ رکھی  
 نے پوچھا۔

نہیں۔ میرے کہنے کا مقصد صرف یہ ہے۔ کہ جن لوگوں میں اعتقاد نہیں  
 ہوتا۔ جن میں کام کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی وہی روحانیت کا سہارا لیتے ہیں  
 اور سمجھتے ہیں کہ پلک جھپکتے ہی ان کی حسب منشا کام ہو جائے گا۔

..... اللہ رکھی نے ہنسنے ہوئے کہا۔ اور تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو کہ ہر  
 حاجتمند اپنی خوشی میاں سے کیا ہے۔

لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس کا سلسلہ حل ہو جائے گا۔ میں نے پوچھا۔  
 میری ”پھونک“ ناسخ نہیں جاتی۔ اللہ رکھی نے بدستور ہنسنے ہوئے کہا۔

## وقت کی اہمیت

اللہ رکھی کا یہ جواب سن کر میں سوچنے لگا کہ کیا جواب دوں۔ چند لمحوں بعد میں نے ڈھٹائی سے کہا۔ ہاں بڑھا ہے۔۔۔ لیکن وہ نبی تھے۔۔۔ میں نے جواب دیا۔۔۔ اوس۔۔۔ اوس۔۔۔ تم عورت ہو صرف عورت۔

ہاں میں عورت ہوں۔۔۔ اللہ رکھی نے میرے چہرہ پر نظریں گاڑ کر کہا۔۔۔ لیکن میں اس نبی کی کثیر ہوں جو رحمت للعالمین ہیں۔ جس نے بے جان نکلروں کو ہاتھ میں لیا تو وہ بولنے لگیں۔ جس نے ایک اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کر دیا۔ جس کے صرف چہرہ مبارک کو دیکھ کر قتل کرنے کے ارادہ سے آنے والا فرما جاوے۔

غلام بن گیا۔  
اس کا مطلب یہ ہے کہ تم خود کو روحانیت کا حامل سمجھتی ہو۔ میں نے پوچھا۔

میں دعویٰ تو نہیں کرتی۔ وہ ایک بار پھر سکرانی۔ لیکن میری ”پھوک“ سے تمہارا بخار اتر گیا۔

یہی بات تو میری سمجھ میں نہیں آئی۔ میں نے پریشان ہو کر پوچھا۔  
اگر تم یہاں آتے رہے تو سب کچھ سمجھ جاؤ گے۔ اللہ رکھی نے ہات لہے میں جواب دیا۔

اب میں یہاں نہیں آتا چاہتا۔ میں نے جھجکتے ہوئے جواب دیا۔

کیوں۔ اس نے پوچھا۔

اب میں روزگار کی تلاش میں کراہی جانا چاہتا ہوں۔ میں نے بتایا۔  
اللہ رکھی نے غور سے میری طرف دیکھا جیسے پہچان رہی ہو۔ پھر ذریعہ

بیزبانی تم ابھی تک ماضی سے وابستہ ہو۔

پھر وہ اپنے چہرہ پر سکرابٹ کھیرتے ہوئے بولی۔ میری ”پھوک“ دیکھ لو۔  
معاش سے بے فکر ہو جاؤ گے۔

کیا مطلب۔ میں نے حیرت سے پوچھا۔

مطلب یہ ہے۔ اللہ رکھی نے پیار سے سمجھایا۔ میری طرح ”پھوک“ سے لوگوں کو تندرست کر دیا کہ لوگ خوشی خوشی بہت کچھ دے جایا کریں گے۔

مجھے ایسی کمانی نہیں چاہیے۔ میں نے بگڑ کر جواب دیا۔ میں لوگوں کو دھوکا نہیں دینا چاہتا۔

اور میں دھوکا دیتی ہوں۔ اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

میں اس کے جواب میں جھینپ ساکیا۔ وہ اپنی ہنسی پر قابو پاتے ہوئے بولی۔  
میں تو کسی سے کچھ نہیں مانگتی۔ لوگ خود ہی خوشی سے جو چاہتے ہیں دے جاتے ہیں۔

خیر چھوڑو۔ میں نے اصل موضوع کی طرف آتے ہوئے کہا۔ میں صرف یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ تمہاری ”پھوک“ سے میں کس طرح تندرست ہو گیا۔

یہ بڑا ہی تفصیل طلب موضوع ہے۔ اللہ رکھی نے تکت پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ یہ زمان و مکان کی بات ہے۔ یہ وقت اور فاصلہ کا راز ہے۔

رکھی نے قدرے جذباتی لہجہ میں کہا۔ انہوں نے جو کچھ بھی کیا۔ انسان کی بھلائی کی خاطر کیا۔ واقعہ ”سعراج“ اس راز کی نشانی ہے۔

لیکن میں نے آج تک نہیں سنا کہ کبھی کوئی انسان وقت کی حدود سے نکل گیا ہو۔ میں نے تعجب سے کہا۔

تم نے اولیاء کرام کے واقعات نہیں پڑھے۔ اللہ رکھی نے سکرانہ جواب دیا۔ جن کے ایک اشارہ پر وقت ٹھہر جاتا تھا۔

وقت ٹھہر جاتا تھا۔ میں نے ایک بار پھر تعجب سے کہا۔

وہاں وقت ٹھہر جاتا تھا۔ اس نے جواب دیا۔ اور پھر سخت سے اٹھتے ہوئے بولی۔ اندر بھیل رہا ہے۔ آواز در بھیل کر باتیں کریں گے۔

میں نے یہ سن کر اپنے اطراف میں ایک نظر ڈالا۔ واقعی سورج چھپ چکا تھا اور اندھیرا تیزی سے پھیل رہا تھا۔ میں اس موضوع کو ادھر ادھر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ لہذا اللہ رکھی کے ساتھ چل دیا۔

ہم دروازہ سے جوئی اندر داخل ہوئے۔ میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ عمارت جو باہر سے آثارِ قدسہ کا کنڈر معلوم ہوتی تھی۔ بہت ہی عالی شان اور مضبوط ہے۔ چھت اور دیواریں تالپوروں کی شاہی دور کی طرزِ تعمیر کی منہ بولتی تصویر تھیں۔ مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے جب اللہ رکھی مجھے لے لے ایک کمرہ میں داخل ہوئی تو یوں محسوس ہوا جیسے میں صدیوں پیچھے کسی شاہی محل میں پہنچ گیا ہوں۔

میں حیرت سے آنکھیں پھاڑے اور دیوار کو دیکھ رہا تھا۔ میری سمجھ میں

تمہاری ”پھونک“ سے وقت اور فاصلہ کا کیا تعلق۔ میں نے پوچھا۔  
یہاں تعلق ہے خان اس نے جواب دیا۔ اس کہ ارض پر ”وقت“ ہی تو سب کچھ ہے۔ اور جو لوگ وقت کی قید سے آزاد ہوتے ہیں وہ نہ صرف مسائل حل کر سکتے ہیں بلکہ ہر قسم کی بیماریوں کا علاج بھی جانتے ہیں۔  
میں تمہاری بات نہیں سمجھا۔

اس کہ ارض پر ہر ساعت ہر لمحہ جو کچھ ہو رہا ہے۔ اس کا وقت سمجھ کر دیا گیا ہے۔ اس نے جواب دیا اور اگر کوئی شخص اس نائم بھیل کی حدود سے نکل جائے تو اسے وہ کچھ معلوم ہو جاتا ہے جو سارے نہیں جانتے۔

میں نے کچھ نہ سمجھے ہوئے پوچھا۔ کیا تم سب کچھ کر سکتی ہو۔  
اللہ رکھی نے سکرانہ جواب دیا۔ اگلے لمحہ جو کچھ بھی وقوع پذیر ہونے والا ہوتا ہے اس کے لیے اعتیالی تدابیر اختیار کر سکتی ہوں۔

نامکن۔ قطعی نامکن۔ میں نے وژن سے کہا۔ وقت کے گرداب سے نکلنا انسان کے بس کی بات نہیں۔ تمہیں شاید معلوم نہیں۔ وہ پھکی سکرانہ سے بولی۔ واقعہ ”سعراج“ اس بات کا ثبوت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وقت کی حدود کو توڑ دیا تھا اور وہ پلک جھپکتے میں ساتویں آسمانوں کی سیر کرتے ہوئے سدرۃ المنتقی سے آگے تک پہنچ گئے تھے۔

میں یہ دلیل سن کر خاموش ہو گیا۔ میں نے سوچ کر کہا۔ وہ تو نبی تھے لیکن ہر انسان تو وقت کی حد نہیں توڑ سکتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اللہ



